سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۹۵

اہلِ کوفہ اور تشیع

از

خان بہادر الحاج سیّد محمد عباس زیدی جلالوی

آئی ۔ اے ۔ ایس

ریٹائرڈ جوڈیشل ممبر بورڈ آف ریونیو اُترپردیش

قیمت چار آنے

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برّصغیر
maablib.org

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلۂ اشاعت کا ایک اور انمول کتابچہ "اہل کوفہ اور تشیع" محرم ۱۳۸۰ھ

کی رعایت سے شائع کیا جا رہا ہے۔ جو عالی جناب خان بہادر الحاج سید

محمد عباس صاحب زیدی جلالوی آئی۔ اے۔ ایس ریٹائرڈ جوڈیشل ممبر آف

بورڈ آف ریونیو اتر پردیش انڈیا کی قلم حقیقت رقم کا ایک گرانقدر شاہکار ہے۔

فاضل مصنف ملتِ جعفریہ کے ذمہ دار۔ اہلِ قلم ہیں۔ گذشتہ سال

آپ نے لطلۃ کربلا مصنفہ ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی مصری کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ جس

کو ہم کربلا کی شیر دل خاتون کے نام سے اپنے ذیلی شعبہ مکتبہ امامیہ کی طرف سے

شائع کر چکے ہیں۔ اس کتاب پر اخبارات و جرائد نے حوصلہ افزا ریویو کیے افراد

ملت نے ہماری اس پیشکش کو نہایت پسند کیا۔ چنانچہ پہلا ایڈیشن قریب الاختتام ہے

اس میں ذرا سا بھی شک و شبہ نہیں ہے کہ خان بہادر صاحب نے لطلۃ کربلا کا ترجمہ کرنے

کا حق ادا کر دیا ہے۔

کارکنان مشن موصوف کے سپاس گزار ہیں کہ انھوں نے ازراہِ لطف و کرم امسال زیرِ نظر کتابچہ

جو مختصر ہونے کے باوجود نہایت وقیع پیشکش ہے اشاعت کے لیے مرحمت فرمایا ہے۔ یقیناً

اس بے لوث قلمی اعانت کا اجر آپکو سرکار واحدیت سے ملیگا۔

"قاتلان امام حسینؑ کے متعلق بعض حضرات میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ شیعہ تھے

اس کتابچہ میں اس خیال کی نہایت خوبصورت الفاظ میں تردید کی گئی ہے۔ ابنائے ملت سے

درخواست ہے کہ مشن کے اس کتابچہ کو بھی ضرور تمسند حلقوں میں مفت تقسیم کریں تاکہ مذہب حقہ کے

خلاف جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کا تدارک ہو سکے۔ والسلام

جنرل سکریٹری امامیہ مشن پاکستان اردو بازار لاہور

جولائی سنہ ۱۹۶۰ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اہلِ کوفہ اور تشیع

اہلِ کوفہ کے متعلق ایک حلقہ میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ سب شیعہ تھے اور انھی لوگوں نے امامؑ کو پے در پے خطوط بھیج کر مکہ معظمہ سے کوفہ بلوایا اور جب وہ ان کے بلانے پر تشریف لائے تو دور سے تماشا دیکھتے رہے، اور اپنے جوار میں ان کو تلوار اور نوکِ نیزہ کا نشانہ بنوایا۔ لہٰذا کوفہ کے شیعوں کا حصہ جو انھوں نے کربلا کے گناہ کے ارتکاب میں لیا وہ یزید کے زیرِ دست افسروں اور سپاہیوں کے عمل سے جو امامؑ اور ان کے رفقاء سے اپنے امیر کے حکم سے لڑنے آئے تھے زیادہ ناخوشگوار اور بُرا ہے۔

اب ہمیں تاریخ کے شواہد کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ یہ خیال کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے۔

کوفہ ایک زبردست فوجی چھاؤنی تھا جس کو حضرت عمر نے وسعتِ مملکتِ عربیہ کے لیے بنایا تھا۔ ان کے حکم سے ۱۷ھ میں اس کی بنیاد ڈالی گئی اور شروع میں چالیس ہزار آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے۔ شہر کی آبادی کا نقشہ حضرت عمر کے حکم کے مطابق بنایا گیا۔

maablib.org

اور تمام قبائل عرب کو لا کر اس میں آباد کیا گیا۔ بسنے والوں کے لیے اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ وہ عرب ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کا اہتمام کیا گیا تھا کہ کوفہ میں چالیس[1] ہزار تازہ دم سپاہی موجود رہیں۔ جن سے وقت پر کام لیا جا سکے۔ ان سب لوگوں کی تنخواہیں علیٰ قدر مراتب مقرر کی گئیں۔ تنخواہ پانے والے صرف لڑنے والے سپاہی ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے یہاں جو بچہ پیدا ہوتا تھا اس کی بھی تنخواہ مقرر کر دی جاتی تھی۔ اس کے لیے باقاعدہ رجسٹر مرتب کیے جاتے تھے۔ یہ سپاہی جنگ کے موقع پر بڑی دولت جمع کر لیتے تھے۔

مولانا شبلی نے کوفہ کے اکثر حالات کو اپنی کتاب "الفاروق" میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ تفصیلات کے بیان کرنے کے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔ "یہی نظام[2] تھا جس کی بدولت ایک مدت تک تمام دنیا پر عرب کا رعب وداب قائم رہا اور فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا۔ جس قدر اس نظام میں کمی ہوتی گئی عرب کی طاقت میں ضعف آتا گیا۔"

تاریخ کے مندرجہ بالا حقائق کے بعد یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ کوفہ میں کس طریقہ اور عقیدہ کے لوگ آباد تھے۔ دراصل کوفہ کے لوگ عہد حضرت عمر کے تربیت یافتہ تھے اور ان کے دل و جان سے معتقد تھے

---

[1] صفحہ ۲۹۷ معجم البلدان حموی متوفی ۶۲۶ ہجری (مطبوعہ مصر ۱۹۰۶ء)

[2] "الفاروق" جلد ۲ صفحہ ۸۵

ان کے متعلق حضرت عمر کی رائے اس خط سے ظاہر ہوتی ہے جو انھوں نے اہلِ کوفہ کو لکھا تھا۔

"کتب[1] عمر ابن الخطاب الی اهل الکوفة ۔ یا اهل الکوفة انتم راس العرب وجمجمتها وسهمی الذی ارمی به"

(حضرت عمر نے اہلِ کوفہ کو لکھا کہ اے اہلِ کوفہ تم عرب کے سردار ہو اور عرب کے سر اور دماغ ہو اور تم میرے وہ تیر ہو جس سے میں دوسروں کو نشانہ بناتا ہوں)

حضرت علیؑ کا نظریۂ حکومت اس کے بالکل خلاف تھا کہ وہ مستقل فوجی نظام کو اسلامی حکومت کے لیے ضروری سمجھیں اور فوجیوں کو زیادہ سے زیادہ مراعات کا مستحق قرار دیں۔ ان کے نزدیک ہر مسلمان کا فرض تھا کہ تحفظِ اسلام کے لیے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات کو پیش کرے۔ وہ عدل اور مساوات کے حامی تھے اور عرب اور غیر عرب کی تخصیص و امتیاز بھی نہیں کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے کوفی حضرت علیؑ سے ہمہ تن وفاداری نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کی تربیت ہی ایسی ہوئی تھی کہ انھیں کا ساتھ دے سکتے تھے جو ان کو دولت اور سرمایہ سے مطمئن کرے۔

مورخ ابن قتیبہ دینوری "امامت و سیاست صفحہ ۱۲۹" میں روایت

[1] طبقات ابن سعد واقدی جلد ۶ صفحہ ۲

کرتے ہیں کہ جنگ نہروان سے فارغ ہو کر جب امیر المومنینؑ دوبارہ اہل شام پر فوج کشی کی تیاری کرنا چاہتے تھے اور پر جوش تقریریں ہو رہی تھیں اس وقت حضرت علیؑ کے چند پُر خلوص اصحاب نے اٹھ کر عرض کیا جس کا خلاصہ یہ ہے :-

"امیر المومنینؑ! عوام الناس کی مراد بس دنیا ہوتی ہے اور اسی کو حاصل کرنے کے لیے مشقتیں اٹھاتے ہیں۔ پس آپ عرب و قریش کے ان سرداروں کو جن کی طرف سے مخالفت اور جدائی کا خوف ہو سکتا ہے زیادہ مال و زر عطا فرمائیے جب آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہو جائے تب پھر تقسیم کا وہی بہترین طریقہ اختیار کیجیے گا جو اب تک رہا ہے۔"

امیر المومنینؑ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ صلاح دیتے ہو کہ میں رعایا پر جور و ظلم کر کے لوگوں کی امداد حاصل کر دوں۔ خدا کی قسم میں تو یہ طریقہ کبھی اختیار نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ آسمان پر ایک ستارہ بھی چمکتا ہے۔ بخدا اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو اس کو بھی ان لوگوں کے درمیان مساوات ہی کے طریقہ پر تقسیم کرتا۔ پھر ان اموال میں عدل و مساوات کے خلاف کیونکر کر سکتا ہوں۔ جو کہ انھیں کی ملکیت ہے۔ امیر المومنینؑ کا یہ جواب سن کر تمام سپاہی جو محض دنیوی فوائد حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے ساتھ ہو گئے تھے ایک ایک کر کے اپنے گھروں کو چل دیے۔ صرف پچاس مخلص جان نثاروں کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس بات

سے صاف ظاہر ہے کہ امیر المومنین ؑ کے گرد و پیش زیادہ تر سیم و زر کے بندوں کا مجمع تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ایک طرف تو امیر معاویہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے اپنے طرفداروں پر مال و زر کی بارش کر رہے ہیں اور دوسری طرف رسولِ عربی ؐ کا جانشین بیت المال کے روپیہ کو اپنا اقتدار جمانے کا ذریعہ بنانا نہیں چاہتا تو رفتہ رفتہ خود غرض لوگوں کی ظاہری حمایت کی روش بدلنے لگی اور یہ حقیقت کھل گئی کہ اہلِ کوفہ میں خالص شیعوں کی تعداد کتنی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی ؑ ان کی شکایت کرتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ تم نے میرے دل میں ناسور ڈال دیا (نہج البلاغۃ)

"تاریخ شاہد ہے کہ عمومی حیثیت سے "شیعیت" کوفیوں کے مزاج کے موافق نہ تھی ان کی نشو و نما حضرت عمر اور حضرت عثمان کے عہد میں ہوئی اور خلفائے ثلاثہ سے خلوص اور عقیدت ان کے خمیر میں پیوست ہو چکی تھی۔ وہ لوگ حضرت علی ؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے۔

حسب ذیل واقعات سے معلوم ہوگا کہ کوفیوں کا رجحانِ طبع کس طرف تھا:۔

(۱) فاما اهل مصر فانهم كانوا يشتهون عليا واما اهل البصرة فانهم كانوا يشتهون طلحة واما اهل الكوفة فانهم كانوا يشتهون الزبير فخرجوا

(حضرت عثمان کے قتل کے بعد اہلِ مصر کی خواہش تھی کہ علی ؑ کو خلیفہ بنائیں اور اہلِ بصرہ طلحہ کو چاہتے تھے اور کوفیوں کا میلانِ خاطر زبیر کی جانب تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان کے

وهم على الخروج جميع دون الناس شتى لا يشك كل فرقة الا ان الفلج معها وان امرها سيتم دون الآخرين ۔ الخ

خلاف خروج کرنے میں تو متحد الخیال تھے مگر اشخاص کے متعلق یکدل نہ تھے ۔ ہر گروہ کی خواہش جداگانہ تھی اور ہر فرقہ اس میں شبہ نہیں کرتا تھا کہ کامیابی اسی کا ساتھ دے گی ۔ دوسرے گروہ اپنے مقاصد میں ناکام رہ جائیں گے ۔

(طبری جلد پنجم صفحہ ۱۰۴ سطر ۲ مطبوعہ مصر)

(۲) جنگ جمل کے موقع پر جناب امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ اور عمار یاسر کو طلب امداد کے لیے کوفہ بھیجا تھا ۔ یہ حضرات مسجد کوفہ میں آئے اور وہاں مجمع عام میں موافق اور مخالف تقریریں ہوئیں اسی سلسلہ میں مورخ طبری لکھتے ہیں :

"وقام الاشتر فذكر الجاهلية وشدتها والاسلام ورخاءه وذكر عثمان ، فقام اليه المقطع بن الهيثم بن فجيع العامري فقال اسكت قبحك الله كلب خلي والنباح فثار الناس

مالک اشتر کھڑے ہوئے اور انہوں نے زمانہ جاہلیت اور اس کی سختیوں اور اسلام اور اس کی خوشحالیوں کا تذکرہ کیا اور اسی سلسلہ میں حضرت عثمان کا تذکرہ (کچھ نامناسب) کیا اس پر مقطع بن الہیثم اٹھ کھڑے

فاجلسوه وقام المقطع فقال انا والله لانحتمل بعدها ان يبوء احد بذكر احد من ائمتنا"

ہوئے اور کہا کہ یہ کتا بھونکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کلام سے لوگوں میں شورش برپا ہو گئی، اور سب نے مالک اشتر کو بٹھا دیا۔ مقطع نے پھر یہ کہا کہ اب اس وقت کے بعد ہم ہرگز یہ برداشت نہیں کریں گے کہ کوئی شخص ہمارے اماموں میں سے کسی کا یوں تذکرہ کرے۔

"طبری جلد پنجم صفحہ ۸۹ سطر ۱۹ - مطبوعہ مصر۔"

(۳) عن الزهري قال قال صعصعة بن صوحان يوم صفين حين رأى الناس يتبارون الا اسمعوا واعقلوا تعلمن والله لئن ظهر علي ليكونن مثل ابي بكر وعمر وان ظهر معاوية لا يقر لقائل بقول حق۔ "طبري جلد ۶ صفحه ۳۱ سطر ۲۷ - مطبوعه مصر"

زہری سے روایت ہے کہ صعصعہ بن صوحان نے بروز صفین اہل کوفہ سے خطاب کیا اور کہا کہ سنو اور سمجھو اگر علی بن ابی طالبؑ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ مثل و نظیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ثابت ہوں گے اور اگر امیر معاویہ غالب ہوئے تو وہ کسی حق گوئی کی بات نہ مانیں گے۔

maablib.org

ناظرین کو مندرجہ بالا اقتباسات تواریخ سے صاف ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ اہلِ کوفہ کا مذہبی میلان کس طرف تھا اور وہ کیا عقائد اور جذبات رکھتے تھے

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" میں شیعہ امامیہ کے عقائد کے متعلق بحث کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ امام کو علم و عمل میں خطا و گناہ سے معصوم ہونا اسی طرح لازمی سمجھتے ہیں جس طرح انبیاء کے لیے معصوم ہونا لازم اور شرطِ نبوت ہے۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ امام خدا کی جانب سے منصوص ہو۔

تیسرے شیعہ امامیہ رسالتمآبؐ کے بعد جناب علیؑ ابن ابی طالب کو امام بلا فصل مانتے ہیں۔

جہاں تک میرا خیال ہے اسلام کے تمام فرقے شاہ صاحب موصوف کی اس رائے سے متفق ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا اہلِ کوفہ کی اکثریت شیعہ امامیہ کے عقائد کی پیرو تھی۔ تاریخی شہادتوں سے تو جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یہی پتہ چلتا ہے کہ حقیقت بالکل اس کے خلاف تھی۔ اہلِ کوفہ کی اکثریت حضرات شیخین کی پیروی کو جزوِ دین اور ایمان سمجھتی تھی اور ان کے فضائل اور مناقب کی ہمہ تن دلدادہ تھی اور وہ جماعت حضرات شیخین تو کیا حضرت عثمان کے خلاف بھی کسی قسم کی نکتہ چینی سننا گوارا نہیں کر سکتی تھی۔

ان فیصلہ کن تاریخی شہادتوں کے بعد یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ

کوفہ میں شیعیانِ علیؑ کی کثرت تھی۔ یہ ضرور ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد کوفیوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی مگر وہ آپ کو چوتھا خلیفہ ہی تسلیم کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کی چار سال کی خلافت کے دوران میں کچھ شیعی اثرات کوفہ میں نمایاں ہو چلے تھے جن کو مٹانے کے لیے امیر معاویہ نے انتہائی کوششیں کیں۔ امام حسنؑ سے صلح کرنے کے بعد امیر معاویہ نے فوراً تمام عمال کے نام یہ احکام جاری کر دیے کہ منبروں پر علیؑ اور آلِ علیؑ پر سب و شتم کیا جائے اور شیعیانِ علیؑ کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔ چنانچہ سنہ ۴۱ھ میں امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور اس کو بلا کر حسب ذیل گفتگو کی:۔

"میرا ارادہ[1] تھا کہ بہت سی باتیں تم کو سمجھاؤں مگر میں اس کی ضرورت اس وجہ سے نہیں سمجھتا کہ مجھ کو تمہاری بصیرت اور دانائی پر اعتماد ہے۔ البتہ ایک بات ضرور کہوں گا اور وہ یہ ہے کہ علیؑ پر سب و شتم کیا جائے اور عثمان کے لیے طلب مغفرت و رحمت کرنے میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ علاوہ بریں اصحابِ علیؑ کی عیب جوئی کی جائے اور ان کی بات نہ سنی جائے اور ان کو اپنے سے دور رکھا جائے۔ برخلاف اس کے شیعیانِ عثمان کی تعریف کی جائے اور ان کے ساتھ مل کر رہنے اور ان کی بات مان لینے میں دریغ نہ کیا جائے۔"

۱؎ (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۴۱ سطر ۲۳ مطبوعہ مصر) و (کامل جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ سطر ۲)

مغیرہ[۲] نے امیر معاویہ کے احکام کی تعمیل پوری طرح کی، لیکن حجر بن عدی کے ساتھ جن کو امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے گہری عقیدت تھی۔ نرمی کا برتاؤ کرنے پر مغیرہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا گیا۔ اور امیر معاویہ نے اس کی جگہ زیاد بن سمیہ کو مقرر کیا۔

جونہی کہ زیاد بن سمیہ کوفہ کا حاکم مقرر ہوا شیعیان علیؑ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اس نے شیعیان علیؑ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتار کیا اور وہ ان کو پہچانتا بھی خوب تھا، کیونکہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں وہ انھیں لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے ان کو جہاں پایا قتل کیا اور ہاتھ پاؤں قطع کرائے اور آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں اور درختوں پر سولیاں دلوائیں، اور عراق سے جلاوطن کیا۔ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو زبردستی گرفتار کرکے امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جہاں مرج عذرا میں وہ اور ان کے نصف اصحاب نہایت بے رحمی سے قتل کیے گئے۔ عبدالرحمن بن حسان عنزی حجر کے اصحاب میں سے تھے۔ جب یہ امیر معاویہ کے دربار میں پہنچے اور امیر معاویہ کے سوالات کا دندان شکن جواب دیا تب امیر معاویہ نے ان کو زیاد کے پاس واپس کر دیا اور حسب ذیل مضمون کا خط لکھا[۱]

"اما بعد فان ھذا العنزی شر من لعثت فعاقبه عقوبة التی ھو اھلھا و اقتله شر قتلة ۔ اما بعد

---

[۱] البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۵۰۔

[۲] طبری جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ سطر ۱۷ مطبوعہ مصر) و کامل جلد ۳ صفحہ ۲۴۵ سطر ۱۱)

معلوم ہو کہ تمہارے بھیجے ہوئے لوگوں میں سب سے بدتر یہ عنزی ہے اس کو ایسی سزا دے جس کا وہ اہل ہے اور اور بہت بری طرح قتل کر) زیاد کے پاس جب یہ پہنچے تو اس نے ان کو "قس الناطف" میں بھیج کر زندہ گڑوا دیا۔

مظالم[1] زیاد کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ شیعیانِ علیؑ میں سے کوئی مشہور اور معروف شخص باقی نہیں رہا۔

یہ صورتِ حال ایک دو سال نہیں بلکہ بیس سال تک قائم رہی۔ شیعیت اب ایک مخصوص جماعت میں باقی رہ گئی تھی جو خفیہ طور سے گمنامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ زیاد کے وحشیانہ مظالم کی وجہ سے اہلِ کوفہ میں احساس کمتری پیدا ہو گیا تھا۔ وہ صدائے احتجاج تو کیا بلند کرتے اس کے افعال اور حرکات پر معمولی نکتہ چینی کرنے تک کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔

مسروق[2] بن الاجداع نے روایت کی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر معاویہ یہ جانتا کہ اہلِ کوفہ میں کچھ بھی حمیت باقی ہے تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتا کہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو انہیں کے درمیان گرفتار کرلے اور شام میں بلوا کر قتل کرے۔ لیکن جگر خوارہ کے بیٹے نے تو یہ جان لیا تھا کہ اب کوفہ میں (عزت و قوت

---

[1] نصائح کافیہ صفحہ ۷ سطر ۱۵

[2] استیعاب جلد اول صفحہ ۱۳۸ سطر ۴

والے) لوگ نہیں رہے۔

یزید نے جب نعمان بن بشیر انصاری کو برطرف کر کے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنایا تو اس نے تفاخر اور احسان کے ملے جلے جذبہ میں ہانی بن عروہ شیعی سے یہ کہا تھا کہ:۔

یا ہانی اما تعلم ان ابی قدم ھذا البلد فلم یترک احداً من ھذہ الشیعۃ الا قتلہ غیر ابیک وحجر

(اے ہانی کیا تم نہیں جانتے کہ جب ہمارا باپ زیاد یہاں حاکم ہو کر آیا تھا تو اس نے یہاں ایک شیعہ بھی زندہ نہیں چھوڑا تھا، سوائے تمہارے باپ (عروہ) اور حجر بن عدی کے)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ میں بزمانہ امیر معاویہ شیعیان علیؑ پر جو تباہی آئی۔ اس کے بعد بہت ہی کم شیعہ رہ گئے تھے کربلا کا واقعہ جس زمانہ میں ہوا اس وقت بھی کوفہ شیعیت کا کوئی مرکز نہ تھا محمد بن حنفیہ اور عبداللہ ابن عباس سے بہتر کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا کہ کوفہ میں شیعہ تھے یا نہیں۔ ان حضرات نے اپنے مشورے میں حضرت امام حسینؑ سے صاف صاف کہا تھا۔ کہ شیعیانِ علیؑ کی تعداد کوفہ میں نہیں بلکہ یمن میں ہے۔ چنانچہ ابن عباس نے بجائے کوفہ جانے کے امامؑ کو یمن جانے کا مشورہ دیا تھا۔

---

[۱] طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۰۲ سطر ۲۱

maablib.org

اس امر سے صرف بنی ہاشم ہی واقف نہ تھے بلکہ اور لوگ بھی جانتے تھے کہ کوفہ میں شیعیانِ علیؑ بہت کم رہ گئے ہیں۔ عبداللہ بن سلیم اسدی اور منذری بن مشمعل اسدی نے بھی یہی کہا تھا کہ "لیس لک بالکوفہ ناصر ولا شیعۃ بل نتخوف ان تکون علیک!" (کوفہ میں نہ کوئی آپ کا شیعہ ہے اور نہ کوئی مددگار بلکہ مجھ کو خوف ہے کہ وہ لوگ تو برسرِ پیکار ہو کر آپ سے کھلم کھلا مخالفت کریں گے)

بے شک کوفہ جیسے شہر میں چند شیعہ بھی تھے جو رازدارانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن ان شیعیانِ کوفہ نے تو سرفروشی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔ خاص کوفہ میں "ہانی بن عروہ" محمد بن کثیر، قیس بن مصہر، عبدالاعلیٰ کلبی اور عمارہ بن صلخب ازدی نے جان دے دی۔ اسی طرح رشید ہجری اور میثم تمار کو بھی قتل کیا گیا۔ جناب میثم تمار کے منہ میں سولی پر چڑھانے سے پہلے لگام لگائی گئی تاکہ وہ لوگوں سے کوئی بات نہ کر سکیں۔ یہ دونوں حضرات جناب امام حسینؑ کے داخلہ عراق سے دس دن پہلے بحکم ابن زیاد کوفہ میں شہید کیے گئے۔ مختار ثقفی اور عبداللہ بن حارث کو پابند سلاسل کر کے مغیب کر دیا گیا۔ مگر باوجود اس ظلم و تشدد اور دار و گیر کے چند نفوس قدسیہ راستوں کی ناکہ بندی کو توڑ کر نہ معلوم کس طرح ایک ایک کر کے امام حسینؑ کے پاس پہنچ گئے اور حسب وعدہ اپنی جانیں روزِ عاشورا حضرت امام حسینؑ کے قدموں پہ نثار کیں۔ یہ حضرات تھے ا۔

جبیب ابن مظاہر اسدی، عابس بن ابی شبیب شاکری، سعید بن عبداللہ حنفی، مسلم بن عوسجہ اسدی، ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی، بریر بن حضیر ہمدانی (حافظ قرآن پاک)، نافع بن ہلال جملی، انس بن حارث اسدی عبداللہ بن عمیر کلبی، عبدالرحمن بن عبداللہ اور زہیر بن قین بجلی۔ یہی کوفہ کے وہ شیعہ تھے جن کی وفاداری پر امام حسینؑ نے فخر فرمایا ہے۔ ہاں سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد اپنے کو کسی طرح بھی امامؑ کی خدمت میں نہ پہنچا سکے۔ اور نہ معلوم کیونکر پوشیدہ رہ کر ابن زیاد کے مظالم سے محفوظ رہے اور مقام "عین الوردہ" میں جانثاری کا حق ادا کیا اور مخالفین کا بھرپور مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ تقریباً سب راہِ حق میں نثار ہو گئے۔

کوفہ کے خالص شیعوں میں سے جنہوں نے حضرت امام حسینؑ کو خطوط لکھے تھے یا پیغام لے کر حضرت کی خدمت میں مکہ معظمہ گئے تھے وہ سب کے سب بجز ان لوگوں کے جو قیدخانوں میں محبوس تھے یا شدید رکاوٹوں اور ناکہ بندی کی وجہ سے حاضری سے مجبور تھے۔ روزِ عاشورا کربلا میں امامؑ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی زندگی کے آخری سانس تک جس صداقت اور استقلال کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا۔ اس کا تذکرہ تاریخ کے صفحوں پر زریں حرفوں میں ہمیشہ ثبت رہے گا۔

البتہ ایک خط حضرت امام حسینؑ کو سات آدمیوں نے لکھا تھا

جن کے نام یہ ہیں :-

(۱) شبث[1] بن ربعی (۲) حجار ابن ابجر (۳) یزید بن حارث (۴) زید بن رویم (۵) عذرہ بن قیس (۶) عمرو بن الحجاج زبیدی (۷) محمد بن عمیر بن تمیمی، ان لوگوں نے خط میں لکھا تھا کہ "کھیتیاں لہلہا رہی ہیں اور میوے درختوں میں رسیدہ ہیں اور تالاب لبریز ہیں جب آپ چاہیں تشریف لائیں ایک ایسے لشکر کی جانب جو آپ کے لیے آراستہ موجود ہے۔ والسلام"

ان اشخاص کو اس جماعت سے جو شیعۂ علیؑ کہی جا سکتی تھی کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ لوگ یزید کی جماعت کے پانچویں کالم والے جاسوس تھے جو شیعیان کوفہ کے راز کو حکومت کی طرف سے دریافت کرنے پر مامور تھے۔ انھیں لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیل سے جنگ کی اور یہی لوگ کربلا میں قاتلان امام حسینؑ کے زمرہ میں داخل ہوئے یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے اور یزید کو امام واجب اطاعت سمجھتے تھے۔ چنانچہ طبری[2] کی روایت ہے کہ کربلا میں عمر ابن سعد کے لشکر سے عمرو بن الحجاج نکلا اور آواز دی۔ "یا اھل الکوفہ الزموا طاعتکم وجماعتکم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدین وخالف الامام الخ" (اے اہل کوفہ امیر کی اطاعت اور اپنی متفقہ رائے پر سختی سے قائم رہو اور کوئی شک

[1] طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۱۹۷ سطر ۲۳

[2] طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۴۹ سطر ۹

نہ کرو ان لوگوں کے قتل میں جو مذہب سے نکل گئے ہیں اور امام کی مخالفت کر رہے ہیں)

اس تمہید کے بعد میں عرض کروں گا کہ تمام کوفیوں کو امام حسینؑ کے شیعہ کہنا کہاں تک صحیح ہے۔ شیعہ کہ جنہیں مذہبی حیثیت سے حقیقی معنی میں شیعہ کہا جاسکتا ہے ان کی تعداد ابتدا ہی سے بہت کم تھی۔ لیکن اولاد ابوسفیان کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کو حقدار خلافت سمجھنے والے جنہیں اس زمانہ میں شیعیانِ علیؑ اور شیعہ اہل بیتؑ کہا جاتا تھا ان کی تعداد دورانِ خلافت حضرت علیؑ میں کافی ہو گئی تھی لیکن ادھر امیر معاویہ کا دورِ حکومت شروع ہوا ادھر شیعیانِ کوفہ پہ مظالم کی بھرمار شروع ہو گئی۔ مارے جانے، سولی پانے اور جلاوطن ہونے کے بعد جو بچے کھچے اشخاص موجود بھی تھے وہ گوشوں کے اندر زندگی بسر کرنے پہ مجبور تھے۔

حضرت امام حسنؑ سے صلح کرنے کے بعد امیر معاویہ نے اپنے خزانے کا منہ کھول دیا تھا۔ اور اہل عراق پہ دل کھول کر روپیہ لٹا رہے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ وہ عراقیوں کو ہر حال میں خوش رکھ کر اپنے قابو میں رکھیں۔ اس خیال سے وہ عراقیوں کی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ چنانچہ امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو بھی یہی وصیت کی تھی۔

و انظر[1] اهل العراق فان سئلوک ان تعزل عنهم

[1] طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۱۸۰ النظر ۸

عمل یوم عاملا فافعل فان عزل عامل احب من ان تشھر علیک مائۃ الف سیف" (عراقیوں پر برابر نگاہ (لطف) رکھنا، اور اگر وہ ہر روز چاہیں کہ ان کا گورنر معزول کر دیا جائے تو گورنر کو معزول کر کے ان کو اپنے قابو میں رکھنا کیونکہ گورنر کا معزول ہونا میرے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک لاکھ کوفیوں کی تلواریں تمہارے خلاف نکلیں)

امیر معاویہ نے اپنے عمال کو حکم دے دیا تھا کہ یزید کی ولیعہدی لوگوں سے تسلیم کرانے کے لیے روپیہ خرچ کرنے میں دریغ نہ کریں۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ سے ایک وفد اپنے لڑکے موسےٰ کی سربراہی میں امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور کہلا بھیجا کہ کوفہ والے یزید کی ولیعہدی کو تسلیم کرنے کے لیے ہمہ تن تیار ہیں۔ امیر معاویہ[1] نے مغیرہ کے لڑکے سے دریافت کیا کہ تیرے باپ نے ان لوگوں کا ایمان کتنے میں خریدا۔ اس نے جواب دیا کہ تیس ہزار درہم میں ہا

بے شک امیر معاویہ یہ جانتے تھے کہ باوجود قتل و غارت اور داروگیر کے کوفہ میں ایسی شخصیتیں بھی پائی جاتی ہیں جو اہل بیت رسالت[ع] کی محبت اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جن کی تمنا یہ ہے کہ اہل بیت کا حق ان کو مل جائے اور وہ

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۲ سطر ۲۲

یہ سمجھتے تھے کہ ایسے اشخاص چاہے وہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں، لیکن ان میں حرکت پیدا ہو گی۔ اس لیے ان کے پیش نظر یہ چیز تھی کہ لوگوں کے اس جذبے کو ایسا کچل دیا جائے کہ پھر نہ ابھر سکے اور ان کا بیٹا نہ صرف خود اطمینان سے حکومت کرے بلکہ ان کی نسل میں یہ حکومت باقی رہے۔ امیر معاویہ کو اس منصوبے میں کامیابی حاصل ہوئی اور اب گنتی کے شیعیانِ حسینؑ کوفہ میں باقی رہ گئے۔ اور زیادہ تر تعداد ان لوگوں کی تھی جو عثمانی مسلک رکھنے والے اور یزیدی گروہ میں شامل تھے۔

جس وقت بنی امیہ کے مظالم سے گھبرائی ہوئی خلقت کوفہ میں فرزند رسولؐ کی بیعت مسلم بن عقیل سے کر رہی تھی اس خیال سے نہیں کہ وہ سب کے سب حضرت امام حسینؑ کو مفترض الطاعت سمجھتی تھی۔ بلکہ اس خیال سے کہ یزید جیسے شرابخوار اور فاسق سے امام حسینؑ جیسی کامل اور با اخلاق ہستی یقیناً مسلمانوں کے لیے بہتر ہو گی۔ اس موقع پر کسی مذہب اور مسلک کا افتراق نہ تھا اور جوق جوق لوگ بیعت کرنے کے لیے آ رہے تھے۔ اور تقریباً بارہ ہزار اور بروایتے اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔

اکثر لوگوں کے دماغ میں یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب شیعیان حسینؑ ہوں گے۔ لیکن یہ بات حقیقت سے بہت دور ہے

جیسا کہ مندرجہ بالا حالات کے مطالعہ سے ناظرین کو واضح ہو گیا ہوگا۔ اصلیت یہ ہے کہ کوفہ کے لوگ امیر معاویہ کے گورنروں کی آئے دن کے تشدد اور سختیوں سے اس قدر عاجز آ گئے تھے کہ وہ موجودہ حکومت سے سخت بیزار تھے۔ تغیر پسندی انسان کی فطرت میں داخل ہے اور لوگ جدھر ایک کو جاتے دیکھتے ہیں ادھر سب چل دیتے ہیں۔ علاوہ بریں گو دوستانِ اہل بیتؑ کی تعداد کم تھی مگر ان میں چند سردارانِ قبیلہ تھے۔ اور ان کی صداقت اور وجاہت کا کوفہ والوں کے دلوں پر اثر تھا۔ اور ان کا خیال تھا کہ وہ لوگ ان کو راہِ راست ہی کی طرف لے جائیں گے۔ لیکن حالات کی تبدیلی نے ظاہر کر دیا کہ آنکھ بند کر کے تتبع کرنے والوں کا عہد سطحی تھا انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے کوفہ میں داخل ہوتے ہی حضرت مسلم کا ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ دیا۔ البتہ چند لوگ جو شیعیانِ حسینؑ تھے اپنے ارادوں میں استوار رہے اور آخر وقت تک جادۂ حق سے نہ ہٹے۔

جس وقت کوفی حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے نعمان بن بشیر کوفہ کے حاکم تھے اور اپنی فطری صلح پسندی کی بنا پر خاموش رہے۔ یزید کے ہوا خواہوں کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی

عمارہ بن عقبہ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص نے یزید کو خط لکھا جس کی عبارت یہ ہے ۔

"مسلم بن عقیل کوفہ آئے ہیں اور شیعوں نے ان کے ہاتھ پر حسین بن علی کی بیعت کی ہے۔ اگر آپ کو کوفہ میں اپنی سلطنت قائم رکھنا ہے تو ایک[1] طاقتور شخص کو یہاں مقرر کیجئے جو آپ کے حکم کو نافذ کرے اور دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو آپ خود اگر ہوتے تو کرتے۔ اس لیے کہ نعمان بن بشیر فطرتاً کمزور ہے۔ یا کسی وجہ سے کمزوری دکھا رہا ہے۔"

اس خط کو دیکھ کر یزید نے حسب ذیل مضمون کا فرمان ابن زیاد کے نام لکھا :-

"میرے[2] پاس میرے شیعوں نے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں یہ لکھا ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں جتھے جمع کر کے مسلمانوں کی موجودہ بنی بنائی بات کو بگاڑنا چاہتے ہیں لہٰذا تم فوراً وہاں جاؤ اور مسلم پر قابو حاصل کر کے سزا دو۔"

[1] طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۱۹۹ سطر ۲۲
[2] طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۰۰ سطر ۴

محترم ناظرین! اب تو یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہی کہ کوفہ کے تمام باشندے شیعیانِ حسینؑ تھے۔ عمر بن سعد وہی شخص ہے جو مشہور صحابی سعد بن ابی وقاص کا، جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے بیٹا ہے اور یہ وہی سپہ سالار ہے جو امام حسینؑ کے قتل کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اور جس نے سب سے پہلا تیر لشکر حسینؑ کی طرف چلایا تھا۔ علاوہ بریں عزرہ بن قیس احمسی، یزید بن معقل، کعب بن جابر، بن عمر واز دی مالک بن نسر، کثیر بن شہاب الحارثی، زجر بن قیس، قمر بن ذی الجوشن حجار بن ابجر، قیس بن اشعث، عمرو بن حریث، قعقاع بن شور تابعی، شبث بن ربعی، علی بن قرظہ انصاری اور محمد بن اشعث نے روزِ عاشور اصاف صاف اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان کے ماننے والوں میں تھے۔ اور یزید کو امام وقت سمجھتے تھے۔ یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اور قاتلانِ امام حسینؑ تھے۔

سمرہ[۱] بن جندب ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کا رئیس شرطہ (پولیس افسر) تھا اور لوگوں کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے ابھارتا تھا۔

اب یہ الزام کہ حضرت امام حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کے بہت سے دوست زندہ رہے۔ بیشک ان میں سے کچھ کسی

[۱] شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۳۶۳ مطبوعہ مصر اہل کوفہ و تشیع

صورت سے زندہ رہے لیکن قاتلانِ امام حسینؑ سے انتقام لینے کے لیے۔ توابین کا انتقام خونِ حسینؑ کے سلسلہ میں اپنی جانوں کا دیدینا یہ خود ان کی نیک نیتی کی دلیل ہے۔ وہ لوگ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر بہادری سے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور بنی امیہ کے ہزاروں آدمیوں کے لشکر سے خوب مقابلہ کر کے بجز چند آدمیوں کے سب شہید ہو گئے۔ ان لوگوں نے جانفروشی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال تاریخ میں دوسری نہیں مل سکتی۔

جب یزید نے مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر سنی تو فوراً ابن زیاد کو لکھا:۔

"مجھ کو خبر ملی ہے کہ حسینؑ بن علیؑ عراق کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں۔ اب تم ہوشیاری کے ساتھ جاسوس مقرر کرو اور وہم و گمان بھی خطرہ کا ہو تو اس سے تحفظ کرو اور جس پر بدگمانی ہو اس کو فوراً گرفتار کر لو۔"

اب کیا تھا دار و گیر کا بازار گرم ہو گیا اور قید خانے مشتبہ لوگوں لوگوں سے چھلکنے لگے۔ مارشل لا جاری کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ بے گناہ لوگ بھی ہیبت قائم کرنے کے لیے قتل کرا دیے گئے۔ اس کا پتہ ابن زیاد کی اس تقریر سے جو اس نے یزید کی ہلاکت کے موقعہ پر کی تھی چلتا ہے:۔

۱؎ طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ سطر ۹

"کوئی ایسا شخص نہیں جس پر گمان بھی ہو سکتا تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کرے گا مگر یہ کہ وہ قید خانہ کے اندر ہے"۔[1]

"میں ابھی اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ کاش میں سنداق لوگوں کو جو قید خانہ میں بند تھے نکال کر قتل کر دینے کا حکم دے دیا ہوتا"۔[2]

کوفہ کو حجاز، شام اور بصرہ سے جو راستے آتے تھے، ان کی ناکہ بندی کر دی گئی اور قادسیہ کے چوراہے پر حصین بن تمیم کو کئی ہزار سواروں کے ساتھ تعینات کیا گیا۔ چنانچہ قیس بن مسہر صیداوی اور عبداللہ بن یقطر جو امام حسینؑ کے قاصد تھے اور اہلِ کوفہ کے نام خط لیے جا رہے تھے اسی قادسیہ پہ پہنچ کر حصین کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔

راستوں کی شدید ناکہ بندی نے ان چند اشخاص کے لیے جن میں جذبۂ نصرت امام حسینؑ ہو سکتا تھا اور جو قید خانہ سے باہر تھے حضرت تک پہنچنے کو دشوار سے دشوار بنا دیا تھا اور اگر وہ آنے کا ارادہ کرتے بھی تو یقیناً "نخیلہ" میں جو بالکل کوفہ کے نکڑ پر کربلا کے راستہ میں تھا، اور جس کو خود ابن زیاد نے افواج کے معائنہ کے لیے اپنا مرکز بنا لیا تھا گرفتار کر لیے

[1] طبری مطبوعہ مصر جلد ۷، صفحہ ۱۸ سطر ۱۱۔

[2] طبری مطبوعہ مصر جلد ۷، صفحہ ۲۰ سطر ۱۰۔

جاتے یا اس سے پہلے ہی ۔ قادسیہ ، خفان ، قطقطانہ یا العلع کی منزل پر محصور ہو جاتے ۔ اب اگر ایسے حالات میں توابین ، حضرت امام حسینؑ کی نصرت کرنے سے مجبور رہے تو ہرگز ان کا اور قاتلان امام حسینؑ کا موقف ایک نہیں ہو سکتا ۔

توابین ، کو اس بات کا کہ وہ حضرات امام حسینؑ کی نصرت کرتے اور اپنی جانیں حضرت کے قدموں پر نثار کرنے سے قاصر رہے پورا احساس تھا اور وہ اس جرم کے معترض تھے اور کہتے تھے :-

اٹھو! کیونکہ اللہ تعالے کو تم نے غضبناک کیا ہے جب تک تم اپنے رب ذوالجلال کو راضی نہ کر لو اپنے اہل و عیال کے پاس مت جاؤ اور خدا کی قسم یہ ہرگز خیال مت کرو کہ دشمنان اہل بیت سے بغیر جنگ کیے ہوئے یا اپنی ہلاکت بغیر تم خدا کو خوش کر سکتے ہو ۔

" اپنے آپ کو ہلاک کر دو ، کیونکہ تمہارے پروردگار کی نظر میں یہی بہتر ہے ۔ "

اس کے بعد اس حالت میں جبکہ پشیمانی سے ان کا جوش زور پر تھا ۔ بہادری سے مرنے پر آمادہ ہو کر

سمندر کی طرح موجیں مارتے ہوئے بنی امیہ کے ہزار دل آدمیوں نے لشکر سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ ان کی صرف یہ آرزو تھی کہ حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے میں مارے جائیں۔ شاید اس سے ان کے گناہوں کے بوجھ اور عذاب کی سختی میں کچھ کمی ہو جائے۔ اس روز ان کو امان دی گئی لیکن انھوں نے انکار کرتے ہوئے پکار پکار کر کہنا شروع کیا:۔

"ہم دنیا میں امان میں ہیں، لیکن ہم آخرت کی امان کے لیے باہر نکلے ہیں۔ یہاں تک کہ سوائے چند آدمیوں کے سب قتل ہو گئے۔"

اعشیٰ ہمدانی شاعر نے ان کے متعلق مرثیہ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"دنیا سے ہمارا دل اٹھ گیا اور کہتے تھے
کہ جب تک ہم زندہ ہیں اس سے دل نہ لگائیں گے
"ہم نے دنیا کی دولت سے جس کے نہ ہونے سے دوسرے لوگ رنجیدہ ہیں اور اس کے حاصل کرنے کے لیے دوڑ رہے ہیں دل نہیں لگایا ہے۔"

مبارک ہیں وہ توابین کہ جن کو اس کی ندامت ہوئی کہ حسین علیہ السلام کا خون ان کے پڑوس میں بہایا گیا، اور وہ

مدد نہ کر سکے، اب وہ سوائے اس کے کہ قاتلانِ حسینؑ کو قتل کریں یا خود اپنی جانیں دے دیں کر ہی کیا سکتے تھے۔

واقعۂ کربلا پر لٹریچر

اُردو ۔۔۔ (۱) حسینؑ اور اسلام (۲) شجاعت کے مثالی کارنامے (۳) قاتلانِ حسینؑ کا مذہب (۴) محاربۂ کربلا (۵) اسیریٔ اہلِ حرم (۶) معصوم شہزادیؑ (۷) شہیدِ کربلا (۸) زندۂ جاوید کا ماتم (۹) عزائے حسینؑ کا تاریخی تبصرہ (۱۰) شہادت و ہلاکت (۱۱) تاریخِ اسلام میں واقعۂ کربلا کی اہمیت (۱۲) اگر واقعۂ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ (۱۳) مقصدِ حسینؑ (۱۴) بین الاقوامی شہیدِ اعظم (۱۵) شہادت زار کربلا (۱۶) یثرب کا مسافر (۱۷) شہادتِ حسینؑ (۱۸) حق و باطل کا آخری معرکہ (۱۹) حسینی قربانی (۲۰) قتیل العبرۃ (۲۱) معرکۂ عشق (۲۲) ادراکِ حسینیت (۲۳) شہادتِ حسینؑ کے اسباب (۲۴) عزائے سید الشہداء (۲۵) مراسمِ عزا کا ثبوت (۲۶) حسینؑ اور انسانیت (۲۷) شاہ است حسینؑ (۲۸) حسینؑ اور یزید کی شخصیت (۲۹) محسنِ انسانیت (۳۰) الحسینؑ کے تبصرہ کا علمی جائزہ (۳۱) عشرۂ محرم اور مسلمانانِ پاکستان اور دوسرے۔

انگریزی ۔۔۔ (۱) مارٹرڈم آف حسین ابن علی (۲) کربلا دی الٹرا اینڈ فرات (۳) آفٹر کربلا

حسینی فنڈ میں عطیہ ارسال کرنے کی صورت میں ہر مد عطیہ سے دوگنی قیمت کے رسائل بغرض مفت تقسیم ارسال کیے جائیں گے۔

جنرل سیکریٹری امامیہ مشن پاکستان۔ ۲ اردو بازار لاہور

maablib.org

معصومۂ عالمؑ کے زخموں کا مرہم

امامِ مظلومؑ کے خونِ ناحق کی نشر و اشاعت ہے۔ آج بھی ہمارے آقا و مولا کے خونِ ناحق پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوششیں جاری ہیں۔ دشمنانِ امام مظلوم کے حملوں کا دفاع ہم اور آپ پر فرض ہے۔ اس اہم مقصد کے پیش نظر امامیہ مشن پاکستان نے

حسینی فنڈ

قائم کیا ہے۔ ہر معطی کو ان کی رقمِ عطیہ سے دگنی قیمت کا لٹریچر (بعد منہائی اخراجات ڈاک) مجالس محرم اور جلوس ہائے عزا کے ہمراہ مفت تقسیم کے لیے محرم سے قبل بھیجا جاتا ہے۔ عاشقانِ حسین مظلومؑ سے استدعا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ امداد فرما کر کربلا کی عظیم قربانیوں کی اس کے اسباب و علل کے ساتھ نشر و اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ یقیناً اس عملی نصرت کا اجر ان کو معصومۂ عالمؑ ہی درگاہِ احدیت سے دلوائیں گی۔

الداعی الی الخیر

آنریری جنرل سکریٹری

امامیہ مشن پاکستان اردو بازار لاہور ۲

maablib.org